مولانا عبدالعزیز راشد

فلسفہ قربانی

قربانی کا لغوی معنی ومفہوم ......

قربانی قربان سے ماخوذ ہے اور اللہ کی راہ میں قربان ہر وہ چیز ہے جس کے ذریعے تقرب الٰہی کا حصول ہو اس لحاظ سے لفظ قربان عام ہے۔ مگر عید الاضحیٰ والے دن یا ایام تشریق میں اونٹ' گائے اور بھیڑ بکری میں سے کسی ایک کو اللہ کی راہ میں ذبح کرنا قربانی کہلاتا ہے۔ لغت عرب میں قربانی کے لیے لفظ ''اضحاۃ'' آتا ہے۔ جس کی جمع اضحیٰ ہے۔ اسی مناسبت سے بڑی عید الاضحیٰ کہتے ہیں۔ عید الضحیٰ لکھنا یا کہنا درست نہیں۔ نیز قربانی کے لیے الضحیۃ جس کی جمع ضحایا اور اضحیۃ جس کی جمع اضاحی ہے' یہ الفاظ بھی کتب حدیث میں مستعمل ہیں۔

قربانی کا مفہوم ......

کسی بھی تحریک اور مشن کی تکمیل کے لیے قربانی کو بہت بڑا دخل ہے۔ قربانی ہر اس عمل کو کہیں گے جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔ تبلیغ اسلام کے موقع پر انبیاء' اولیاء اور عام صالحین کو مختلف آزمائشوں اور امتحانوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ان میں ثابت قدمی دکھانا بھی قربانی ہے۔ کلمہ حق سنانے پر قید و بند کی سختیاں برداشت کرنا بھی قربانی ہے۔ مال کی قربانی ہے تو جان کی بھی قربانی ہے۔ دین وملت کے لیے اپنی خواہش اور اپنی رائے کو قربان کر دینا بھی قربانی ہے۔ جماعتوں کی تعمیر و ترقی قربانی سے ہے۔ ملت کی تاسیس قربانی سے ہے۔ بلند و بانگ دعاوی' خیالات اور کھوکھلے اعلانات سے کیا بنتا ہے۔

قربانی کی ابتداء......

قربانی کی تاریخ بھی اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود انسانیت کی۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ قدیم قومیں اپنے معبودوں پر اپنی اولادوں کی بھینٹ چڑھا دیا کرتی تھیں۔ جیسا کہ یہ رسم انڈیا میں انگریز کے آنے سے پہلے تک موجود تھی۔ اس رسم کو بند کرانے اور اس کی جگہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس سنت قربانی کو قائم کیا گیا۔ (جس کا ذکر آگے آ رہا ہے) لیکن اس میں بھی نسل انسانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے جانوروں کو ذبح کرنے کی سنت جاری کی گئی۔ اس کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل سے ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿واتل علیهم نبأ ابنی آدم بالحق اذا قربا قربانا فتقبل من احدهما ولم یتقبل من الاخر﴾

''آپ ان پر آدم کے دو بیٹوں کا واقعہ حقائق کی روشنی میں تلاوت کریں جب ان دونوں نے قربانی کی لیکن ایک ہی قربانی قبول ہوئی دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔''

لیکن قربانی کا باقاعدہ مشروعیت کا آغاز جناب حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعہ سے ہوتا ہے۔

قربانی ایک عظیم یادگار......

زندہ قومیں اپنے اسلاف و اولیاء و مفکرین کی تعلیمات اور خدمات کو تازہ رکھنے کے لیے مختلف طریقوں سے ان کی زندہ و جاوید یادگاریں قائم کرتی ہیں تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں ان کے نقش قدم پر چل کر اپنی کامیابی کی راہ متعین کر سکیں۔ مسلمانوں کی یہ عید الاضحیٰ اور قربانی بھی درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پیغمبرانہ کارناموں کی یادگار ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں یوں ہے:

﴿واذ ابتلی ابراهیم ربه بکلمات فاتمهن قال انی جاعلک للناس اماما﴾

''کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چند باتوں میں آزمایا۔ ابراہیم علیہ السلام اس امتحان میں کامیاب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہیں عالمِ انسانیت کا امام بنانے والا ہوں۔''

پہلی آزمائش……

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی آزمائش گھر سے شروع ہوئی۔انہوں نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ یکسر شرک وکفراور بت پرستی اور بت فروشی کا ماحول تھا۔یہ عجیب بات تھی کہ ان وسائل سے جس خدا تک رسائی حاصل کرنا چاہتے تھے اس کے اوصاف سے بالکل ناواقف تھے۔مشرک قوموں کی یہی بڑی مصیبت ہے کہ وہ راہ کومنزل سمجھتی ہیں اوراسباب ووسائل کومقصد یہ نادان ساری عمر سفر کرتے رہے مگر منزل سامنے نظر نہیں آتی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پورا ماحول اسی مرض کا شکار تھا۔آپ نے ہوش سنبھالتے ہی سب سے پہلے اپنے والد آذرکواسلام کا پیغام حق سنایا۔مگر والد پر مطلق اثر نہ ہوا۔بلکہ اس کے برعکس آذر نے بیٹے کودھمکایا کہ اگرتو بتوں کی مخالفت سے باز نہ آیا تو تجھے سنگسار کردوں گا۔اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کے سچے دین کی خاطر باپ سے علیحدہ ہوگئے۔(پ:۱۶،ع:۴)

دوسری آزمائش……

اس کے بعد قوم اورعوام کوراہِ مستقیم دکھائی۔دعوتِ توحید کوعام کیااورامرحق تسلیم کرانے کے لیےفطرت کے بہترین اصولوں اور دلائل کوشیریں کلامی مگر محکم مضبوط دلائل کے ساتھ ان پر پیش کیا اورآخر میں نمرود بادشاہ سے مناظرہ کرکے اس پر واضح کیا کہ ربوبیت والوہیت کا حق صرف اللہ وحدہ کے لیے سزاوار ہے۔ اگر چہ اس ماحول میں حق وصداقت کی آواز بلند کرنا موت کودعوت دینے کے مترادف تھا۔تاہم ابراہیم علیہ السلام بےخوف وخطر اعلان حق سے سرشار رہے اور باوجود کہ بادشاہ اوراس کے معتقدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل سے لاجواب ہوگئے اورتسلیم کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرمان درست وصحیح ہے۔ تاہم ان میں سے کسی نے راہِ مستقیم کواختیار نہ کیا۔بلکہ اس کے برعکس اپنی ذلت وندامت کے احساس سے زیادہ غیظ وغضب میں آگئے اورسب نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ دیوتاؤں کی توہین اور باپ دادا کے مذہب کی مخالفت کرنے والے کوختم کردیا جائے۔

کیونکہ اقتدار جب دلائل سے عاجز آجاتا ہے تو حق کی آواز کودبانے کے لیےحق کومٹانے کا منصوبہ

بنایا ہے۔ اس لیے نمرود اور اس کے اعوان و انصار نے اپنے دیوتاؤں کی تحقیر کا انتقام لینے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دہکتی آگ میں جلانے کا فیصلہ کرلیا۔

چنانچہ انہوں نے اپنے مصنوعی مشکل کشاؤں اور دیوتاؤں سے اپنی عقیدت و محبت کا ثبوت دینے کے لیے اپنے فیصلہ کو عملی جامہ پہنا دیا اور یوں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آسمان کو چھونے والے آگ کے شعلوں میں پھینک دیا۔ اب جبکہ دلائل و براہین کے مقابلہ میں مادی قوت نے مظاہرہ کیا تو مالکِ ملک' قادر مطلق ہستی نے اپنے جلیل القدر پیغمبر' قوم کے عظیم المرتبت ہادی اور راہنما کے لیے دشمنوں کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیا اور نار کو گلزار میں تبدیل کر دیا۔ آگ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے ٹھنڈی' بے ضرر ہوگئی۔

ارشادِ خداوندی ہے ''ہم نے حکم دیا اے آگ! تو ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔''

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پوری قوم اور حکومت سے خوفزدہ نہ ہوئے۔ مگر آج ملت ابراہیم کیوں ہراساں ہے؟ اس سوال کا جواب کسی نے کیا خوب دیا ہے

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

تیسری آزمائش ……

اب سارے ہتھیار آزمائے جا چکے تھے۔ مشرک قوم کے ترکش کا آخری تیر پھینکا گیا' وہ یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا اور یوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری آزمائش کا دور شروع ہوتا ہے۔

باپ مخالف' عوام دشمن اور حکومت وقت انہیں باغی و سرکش قرار دے چکی ہے۔ اب اس کے سوا چارہ ہی کیا تھا کہ وہ وطن سے راہِ خدا میں ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ اس کڑی آزمائش سے بھی آپ مسکراتے ہوئے گزر گئے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہجرت کرنا سورۃ الصافات میں ذکر کیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

''کہ میں جانے والا ہوں اپنے پروردگار کی طرف اور وہ یقیناً میری راہنمائی کرے گا۔''

آزمائش کا نیا دور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی کرامت ....

یہ کہہ کر آپ براستہ فلسطین مصر روانہ ہو گئے۔ راستے میں ایک ظالم بادشاہ نے آپ کو گرفتار کر لیا جو ہر راہگیر مسافر کی عزت پر ہاتھ صاف کرتا تھا۔ اپنی عادتِ خبیثہ کے مطابق جب اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عصمت پر دست درازی کا ارادہ کیا تو مائی صاحبہ نے وضو کیا اور نماز پڑھنا شروع کر دی اور رب العزت سے دعا کی کہ اے اللہ اگر میں تیرے ساتھ ایمان لائی ہوں تو مجھ پر اس کافر کو مسلط نہ کر (مائی صاحبہ کی دعا منظور ہوئی) تو بادشاہ کا گلا گھٹنے لگا اور وہ ایڑیاں رگڑنے لگا اور حضرت سارہ سے عاجزانہ درخواست کی ''ادعی الله لی ولا اضرک'' کہ اے سارہ رضی اللہ عنہا تو میرے لیے دعا کر میں تجھے کسی قسم کی تکلیف نہیں دوں گا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے دعا کرنے پر بادشاہ ٹھیک ہو گیا تو مائی صاحبہ کی کرامت سے متاثر ہو کر اپنی بیٹی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو مائی صاحبہ کی خدمت کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نکاح میں دے دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس مرحلہ سے بخیر و خوبی گزارا تو اپنے بڑھاپے اور دین کی بڑھتی ہوئی ذمہ داری پر نظر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے نیک اور صالح فرزند کی دعا مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشتا ہے اور فرزند ارجمند کی خوشخبری دیتا ہے۔ جس کا ذکر یوں ہے:

''یعنی اے پروردگار مجھ کو ایک نیکوکار فرزند عطا فرما۔ پس ہم نے اس کو ایک بردبار لڑکے کی خوشخبری دی۔''

جب بچہ پیدا ہوا تو ایک نئی آزمائش سامنے کھڑی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اے ابراہیم حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور اپنے لختِ جگر نورِ چشم حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایک ویران جنگل میں چھوڑ آؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فوراً تعمیل ارشاد کیا اور اپنے اکلوتے شیرخوار بچے اور بیوی کو سنسان بیابان جنگل میں چھوڑ کر واپس ہوئے تو پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شفقتِ پدری جوش میں آ جائے اور منشاء الٰہی میں کوئی لغزش ہو جائے۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حیران ہو کر پوچھتی ہیں کہ اسماعیل کے ابا جان آپ ہم کو اس وحشت ناک

مقام پر اکیلا چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی توجہ نہ دی تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے دوڑ کر فرمایا:

کجا روی اے سکون بال مرا

اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے میرے رفیق زندگی! کیا آپ اپنی مرضی سے ایسا کر رہے ہیں یا اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے؟ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایسا کر رہا ہوں۔ یہ سن کر مائی صاحبہ نے کمال توکل کا ثبوت دیا اور مطمئن ہو کر فرمانے لگیں: ''اذا لا یضیعنا اللہ ابدا'' پھر اللہ ہرگز ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنے اہل و عیال کی محبت کو حُبِ خداوندی پر قربان کر دیا۔

انوکھا امتحان ......

جب بچہ (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کچھ بڑا ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے بڑے امتحان سے گزرنا پڑا۔ یہ وہ انوکھا امتحان تھا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام رہتی دنیا تک کائنات کے گوشے گوشے میں چمکا دیا۔ کلیجہ تھام لو اس امتحان کی داستان سنیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خواب میں اپنے جگر گوشہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر رہے ہیں۔ چونکہ انبیاء کا خواب رویا صادقہ، وحی الٰہی ہوتا ہے اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام رضا و تسلیم کے پیکر بن کر تیار ہو گئے اور صبح اٹھتے ہی اللہ تعالیٰ کے فرمان کو پورا کرنے کے اپنے بیٹے کو نہلا دھلا کر صاف ستھرا لباس پہنا کر گھر سے باہر روانہ ہو جاتے ہیں۔

ابلیس کی تلبیس ناکام ہو گئی ......

اس موقعہ پر شیطان لعین نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پھسلانے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرانے کے لیے بڑے جتن کیے۔ خصوصاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ورغلانے کے لیے ابلیس اپنے تلبیسانہ انداز میں کہنے لگا کہ اے ابراہیم یہ کس قدر بے رحمی، سفاکی، پدری محبت کے منافی ہے کہ تم اپنے اکلوتے چاند سے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر دو

گئے؟ کیا تمہارا خون سفید ہو چکا ہے یا دل پر پتھر رکھا ہوا ہے جو بالکل بے رحم ہو گیا ہے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام بجائے اس کی باتوں میں آنے کے فرمانے لگے بیٹے کی محبت حکم خداوندی سے زیادہ عزیز نہیں ہے بلکہ اس کی امانت ہے جب وہ مانگے اس کے حوالے کرنا میری ذمہ داری ہے۔ شیطان مردود اپنا سا منہ لے کر رہ گیا اور حسرت و یاس کے بغیر کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ (ابن کثیر، ج:۴، ص:۱۵)

چلتے چلتے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ فاصلہ پر پہنچ گئے تو جلدی سے خدا کے حکم کی تعمیل کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن چونکہ یہ معاملہ تنہا اپنی ذات سے وابستہ نہ تھا بلکہ اس امتحان کا دوسرا جزو وہ بیٹا تھا جس کی قربانی کا حکم تھا، اس لیے باپ اور بیٹے کے درمیان پہلے لرزہ خیز مکالمہ ہوتا ہے، جس کو قرآن مجید کی روشنی میں درج کیا جاتا ہے:

﴿یا بنی انی اری فی المنام انی اذ بحک فانظر ماذا تری﴾ (الصافات)

باپ: "میرے پیارے بیٹے میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ بتاؤ تمہاری کیا مرضی ہے؟

﴿یاابت افعل ما تومر ستجدنی ان شاء الله من الصابرین﴾ (الصافات)

بیٹا: پیارے ابا جان جو حکم آپ کو ہوا ہے اسے سرانجام دیں، ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔"

سعادت مند بیٹا جھک گیا فرمان باری پر
زمین و آسمان حیران تھے اس اطاعت گزاری پر

☆......☆......☆......☆......☆

یہ فیضانِ نظر تھا یا مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

قرآن پاک نے باپ کے اسی جذبہ فداکاری کو اسلام سے تعبیر کیا ہے۔ ﴿فلما اسلما وتله للجبین﴾ یعنی جب دونوں نے حکم خداوندی پر وفا شعاری دکھائی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام معصوم بیٹے کو ذبح کرنے اور اسماعیل علیہ السلام حکم خداوندی کے مطابق ذبح ہونے کو تیار ہو گئے اور باپ نے بیٹے کو مذبوح جانور کی طرح پچھاڑ دیا اور چھری اس کے حلق پر پھیرنی شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی

کرمیت کا دریا جوش میں آیا اور آواز دی:

﴿یا ابراھیم قد صدقت الرویا انا کذالک نجزی المحسنین o ان ھذا لھو البلاء المبین o وفدیناہ بذبح عظیم o﴾ (الصافات)

''یعنی اے ابراہیم! تیری اطاعت شعاری کا امتحان لینا چاہتے تھے (معصوم بچہ کے خون ناحق پر اصرار نہ تھا) تم اپنے امتحان میں کامیاب ہوگئے۔ واقعی اتنی بڑی آزمائش میں پورا اُترنا تمہارا ہی کام ہے۔ ہم نے ایک عمدہ دنبہ بھیج دیا' اس کو ذبح کر کے اپنے خواب کی تعبیر پوری کر لو۔''

طغیان ناز ہیں کہ جگر گوشہ خلیل
خود زیر تیغ رفت و شہیدش نم گندہ

حضرات یہ ہے اسلام کی عملی تصویر۔ اسلام کے معنی ہی یہ ہیں۔ الاسلام گردن بہ طاعت نہادند۔ اپنی گردن کو اطاعتِ خداوندی میں جھکا دینا۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مندرجہ بالا واقعہ اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ ملت ابراہیمی کا ہر آدمی اسلام کی سربلندی اور اشاعت دین میں لومۃ لائم کی پرواہ کیے بغیر ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے ہمہ وقت تیار رہے۔ عید الاضحیٰ کے موقع پر ٹھیک اسی روز جب منادی خدا ہادی قوم خلیل الرحمٰن حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند کی قربانی بارگاہِ خداوندی میں پیش کی تھی۔ ہم مسلمانوں پر راہِ خدا میں جانوروں کی قربانی دراصل اسی واقعہ کی یادگار ہے۔

لیکن یاد رہے کہ اس سے مخلوق خدا کی تحسین اور داد مقصود نہ ہو۔ ورنہ نیکی برباد اور گناہ لازم آ جائے گا۔ بلکہ جانور کے گلے پر چھری پھیرتے ہوئے اپنی تمام خواہشات نفسانیہ پر بھی چھری پھیر دینے کا تصور کریں اور ملت ابراہیمی کا سچا متبع بن کر اپنا تن من دھن راہِ خدا میں قربان کرنے کا عہد کریں۔ یہ تب ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی زندگی کو خدا کے لیے وقف کر دیں جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿قل ان صلاتی ونسکی و محیای ومماتی للہ رب العالمین﴾